ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

پروین شاکر؛ سماج کی نسائی آواز: تحقیقی مطالعہ

PARVEEN SHAKIR; FEMINIST VOICE OF SOCIETY: RESEARCH STUDY

*محمد عارف پٹھان

**ایاز علی جراح

***پرویز احمد کمبوہ

Abstract,

Parveen Shakir through her poetry, has tried to shake conscience of the society and make dreams come true. His poetry presents a picture of the insensitivity and cruelty of our society for women. Due to rebellious wave, without caring about the fear, the society is flooded with emotions and mistake of building a house of unsustainability near the coast. Parveen Shakir has also been a supporter of women's liberation to some extent, but her poetry is full of emotions of art and maturity of art.

KEYWORDS: Parveen Shakir, Society, Women, Revolution.

کلیدی الفاظ: پروین شاکر کی شاعری، سماج، عورت، انقلاب

انسان کے سنِ شعور میں قدم رکھتے ہی اُسے یہ جستجو رہی ہے کہ کسی بھی طرح وہ آرام اور امن سے زندگی بسر کر سکے۔ اس لیے اُس نے اپنے احساسات وجذبات، خواب وخیال، خواہشات، ضروریات اور فکر و عمل کو بروئے کار لانا شروع کر دیا۔ جس کی ایک مثال شاعری بھی ہے۔ شاعری کو زیادہ تر مخنونانہ جذبات اور خیّال آرائی تک ہی محدود سمجھا جاتا رہا ہے۔ حالاں کہ شاعری ہماری زندگی کی عکاس ہے۔ اُردو شاعری نے بھی اپنے دور کی ثقافتی، سماجی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے۔ اس تناظر میں میرؔ، غالبؔ اور حسرتؔ کے یہ اشعار ان کے فن اور زندگی سے ایک خاص تعلق رکھتے ہیں:

؎ مجھ کو شاعر نہ کہو میرؔ کہ صاحب ہم نے
رنج و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا (میرؔ)

؎ لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی
چمن زنگار ہے آئینہ بادِ بہاری کا (غالبؔ)

؎ ہے مشقِ سخن جاری، چکّی کی مشقّت بھی
اِک طُرفہ تماشہ ہے حسرتؔ کی طبیعت بھی (حسرتؔ)

ان اشعار میں شعراء کے احساسات وجذبات اور رنگینیٔ "خیال" کے ساتھ ساتھ جہدِ زندگانی کا اظہار بھی شامل ہے۔ "خیال" مالکِ کائنات، انسان اور انسان کا انسان کے درمیان ایک ایسا فطری تعلق ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز کرتا ہے۔ اسی تعلق کی بنا پر سماج یا معاشرہ وجود پاتا ہے۔ "معاشرہ" عربی زبان کے مادّہ "عشر" سے بنا ہے، جس کی معنی "دس" کے ہیں۔ اصطلاحاً انسانوں کا ایسا گروہ جو باہمی میل جول پر مبنی ہو اُسے "معاشرہ" کہتے ہیں۔ "معاشرہ" کے انھی روابط، اقدار اور حُسنِ معاشرت سے "کلچر" جنم لیتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی کتاب "پاکستانی کلچر" میں "کلچر" کی تعریف یوں بیان کی ہے:

'کلچر کے لیے اردو زبان میں "تہذیب وثقافت" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ تہذیب عربی لغت میں درخت تراشنا، کاٹنا اور اصلاح کرنا جبکہ فارسی زبان میں آراستن و پیراستن، درست واصلاحِ نمودن اور مجازی معانی میں خوش اخلاقی، اطوار، گفتار اور کردار کی شائستگی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جبکہ ثقافت "لسان العرب" میں اس کے معانی علوم و فنون، ادبیات پر قدرت ومہارت اور کسی چیز کو تیزی سے سمجھنا ہے۔ گویا "ثقافت" ذہنی صفات یا باطنی اُمور سے ہے۔ جبکہ تمام خارجی اُمور کا تعلق "تہذیب" سے ہے۔" (1)

پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ ڈگری کالج، جیکب آباد
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، لیکچرار، شعبہ اُردو، شہید بے نظیر یونی ورسٹی، نواب شاہ
پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، لیکچرار، شعبہ اُردو، گورنمنٹ غلام ربانی آگرو کالج کنڈیارو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ڈاکٹر جمیل جالبی نے "کلچر" کی مزید تشریح ان الفاظ میں بیان کی ہے:

'زندہ اور متحرک "کلچر" کی واضح پہچان یہ ہے کہ وہ ایک طرف فرد میں اور دوسری طرف بحیثیت مجموعی سارے معاشرے کے ہر شعبے میں تخلیق کی آگ روشن کرتا ہے۔ تخلیق کی یہ آگ سیاست کے میدان، تجارتی مراکز، معاشی نظام، دفتری کاروبار، بڑھئی اور لوہار کی ہنر مندی، ملکی اخباروں، تعلیمی اداروں، ادبی تخلیقات، موسیقی کی خوش آئند دُھنوں، غرض کہ ہر جگہ اور ہر سطح پر روشن نظر آتی ہے۔"(2)

تخلیقی صلاحیتوں میں جہاں سائنس دانوں کو اہمیت دی گئی ہے، وہاں ایسے لوگوں کو کیسے بھُلایا جاسکتا ہے جنھوں نے اُڑنے والا قالین، طلسمی آئینہ، اللہ دین کا چراغ جیسی چیزوں کا "خیال" پیش کیا۔ نیز شر، جنّ، شیطان اور بڑے سے بڑے جادوگر کے مقابلے میں خیر، انبیاء، اولیاء، علماء و اد باء اور شعراء کی فکر و عمل کو مقدم ٹھہرایا۔ اس تخلیقی صلاحیت میں مرد اور عورت کی تفریق نہیں اور تخلیقی ادب میں تو عورت اور مرد کی تخصیص بالعموم نہیں کی جاتی، تاہم ان شاعرات نے موضوعات کے حوالے سے اپنی ایک الگ شناخت کرائی ہے۔ ان شاعرات نے اپنی نظموں میں نسائی کیفیات کا برملا اظہار کیا ہے، جبکہ مرد شعراء قدرِ مختلف واقع ہوئے ہیں۔ جدید شاعرات کے ہاں یہ احساس شدّت سے پایا جاتا ہے کہ انھیں عورت ہونے کی وجہ سے حقوق اور آزادی سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستانی جدید شاعرات نے اُسلوبیاتی ہی نہیں، بلکہ جذبات، کیفیات اور موضوعات کے حوالے سے بھی ایک نیا منظر نامہ تشکیل دیا۔ ان شاعرات میں ادا جعفری، پروین فنا سیّد، فہمیدہ ریاض، کشور ناہید اور پروین شاکر سرِ فہرست ہیں۔

ڈاکٹر وقار احمد رضوی لکھتے ہیں:

'جدیدیت، ظلمت پرستی تقدیر پرستی سماجی استحصال کے خلاف ہے۔۔۔۔ جدیدیت کے تعلق سے 1957ء کے آس پاس پاک و ہند میں جو نسل اُبھری اُن میں "پروین شاکر" بھی شامل ہیں۔'(3)

پروین شاکر نے نہ صرف اپنے معصوم خوابوں کو شاعری کی صورت میں حقیقت کا روپ بخشا، نیز سماج کی نسائی کیفیات، احساسات و جذبات کی بھی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ پروین شاکر کی کلیات ماہِ تمام کے نام سے درج ذیل شعری مجموعوں پر مشتمل ہے:

مجموعہ	انتساب	پہلی نظم / غزل	آخری نظم / غزل	تعداد نظم / غزل
خوشبو	اپنے عمو کے نام	سرشاخِ گُل دعا		245 نظمیں
صدبرگ	امّی کے نام	زودِ پشیماں	کتبہ	85 نظمیں
		جلادیا شجرِ جاں کہ سبز بخت نہ تھا	ایک سورج تھا کہ تاروں کے گھرانے سے اُٹھا	55 غزلیں
خود کلامی	مراد تیرے نام	کچھ تو ہوا بھی سرد تھی، کچھ ترا خیال بھی	خود کلامی	80 نظمیں
		دنیا کو تو حالات سے اُمید بڑی تھی	کچھ فیصلہ تو ہو کہ کدھر جانا چاہیے	10 غزلیں
انکار	پروین قادر آغا کے نام	سج گئی بزم رنگ و بو ایک نگاہ کے لیے	شہر جمال کے خس و خاشاک ہو گئے	107 نظمیں

نثری نظمیں

ندامت، سندھو دریا کی محبت میں ایک نظم 125 نظمیں۔

ان کی ابتدائی دور کی شاعری میں آغازِ شباب کی نسائی کیفیات، جذبات اور تجربات کا اظہار شائستگی سے کیا گیا ہے، جبکہ آخری دور کی شاعری میں فکر اور اندازِ بیاں نمایاں ہے۔ یوں تو پروین شاکر کی شاعری میں موجودہ دور کی صورتحال کے خلاف مزاحمت نظر آتی ہے۔ تاہم یہاں نظموں کے ناموں کی مطابقت اور اُن میں سماج کی نسائی آواز کے عناصر پر مشتمل نظموں کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

پروین شاکر بھی ایک حد تک آزادیٔ نسواں کی حامی رہیں، تاہم ان کی شاعری میں احساسات و جذبات کی بے ساختگی اور فن کی پختگی پائی جاتی ہے۔ نظم میں انھوں نے نہ صرف اپنے دور کی عکاسی کی، نیز موجودہ دور کا بھی حوالہ دے ڈالا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ شاید انھیں مستقبل کی صورتِ حال کا پہلے ہی سے اندازہ ہو۔ اس کی ایک مثال اُن کی آزاد نظم **"مشورہ"** بھی ہے:

"مشورہ"

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ننھی لڑکی
ساحل کے اتنے نزدیک
ریت سے اپنے گھر نہ بنا
کوئی سرکش موج ادھر آئی تو
تیرے گھر کی بنیادیں تک بہہ جائیں گی
اور پھر اُن کی یاد میں تو
ساری عمر اُداس رہے گی!(4)

اس نظم میں صنفِ نازک کے احساسات وجذبات کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ قرونِ اولیٰ سے عورت کو کہیں چھوٹا اور ناقص العقل سمجھا گیا۔ کہیں "حور" تو کہیں شمعِ محفل بنایا گیا۔ کہیں وجودِ کائنات کا رنگ تو کہیں دو بھائیوں کے بیچ وجہِ فتنہ بنایا گیا۔ کہیں پاؤں کی جوتی تو کہیں شوہر کو اُس کا مجازی خُدا ٹھہرایا گیا۔ الغرض جو کام مرد کرے تو افضل اور عورت کرے تو شجرِ ممنوعہ۔ اس نظم میں پروین شاکر نے عورت کی دو بنیادی نسائی کیفیات کا اظہار کیا ہے:

پہلی کیفیت "ننھی لڑکی" عورت کی ناپختہ سوچ، کمزور اور "ننھی لڑکی کا ساحل کے نزدیک ہونا" اس کی معصومیت یا بھولپن میں وسیع کائنات یا نئی دنیا کی تلاش کا خواب جو ایک طرح کے انجانے خوف کی علامت کو ظاہر کرتا ہے۔

دوسری کیفیت وہ "سپنوں کا محل" ہے، جو اسے اپنی مرضی سے ایجاب وقبول کے بعد حاصل ہو سکے۔ مگر افسوس کہ اُس کے یہ دونوں ہی خواب ادھورے رہ جاتے ہیں۔ جہاں وہ پیدا ہوئی پہلے باپ پھر بھائیوں کا گھر بن جاتا ہے۔ جوں ہی بلوغت کو پہنچتی ہے تو اُسے پیا کے گھر بیاہ دیا جاتا ہے جو شوہر نامدار کا گھر کہلاتا ہے۔ جہاں وہ اپنی آرزوؤں کا گلا گھونٹ کر ایسی اولاد کو پروان چڑھاتی ہے جن کے سروں پہ سہرا سجاتے ہی وہی ناز ونعم سے پالی گئی اولاد اُس کے وجود کو بارِ گراں سمجھنے لگتی ہے۔ بالآخر بابل کے گھر سے نکلی ڈولی پیا کے گھر سے ارتھی کی صورت میں ہی اپنے انجام کو پہنچتی ہے۔

اگر وہ بھول سے روایت سے بغاوت کر بیٹھے یا اپنی مرضی سے "ریت کا گھروندا" بنا بھی لے تو کوئی "سرکش موج" اُس کے "گھر کی بنیادیں تک بہالے جاتی ہے۔ یہ "سرکش موج" نسل در نسل اُس کے حلق کا ایسا کانٹا بن جاتی ہے، جسے نہ نگلا جا سکتا ہے نہ اُگلا۔ اس بھول کو اکثر بھیانک ناکامی کا منہ ہی دیکھنا پڑتا ہے۔ اوّل تو جیون ساتھی جسمانی سُرور ولذّت کے بعد اُسے دنیا کی حقیر ترین چیز سمجھ کر آغازِ سفر ہی میں چھوڑ جاتا ہے، جہاں سے اُسے واپسی کا راستہ بازارِ حُسن کے سوا کہیں اور نظر نہیں آتا۔ بالفرض اگر کسی کے نصیب میں مضبوط اعصاب کا مالک وفادار ساتھی ہو تو بھی اُسے دونوں خاندانوں کی طرف سے ہمہ وقت لعن طعن کا شکار ہی رہنا پڑتا ہے۔

ان تمام حالات سے نبرد آزما ہونے کے بعد جوں ہی وہ اپنے "خواب" سے بیدار ہوتی ہے تو اُس کے پاس صرف ایک "حقیقت" باقی رہ جاتی ہے اور وہ ہے "یاد" کا ایسا لامتناہی سمندر، جس کا کہیں "ساحل" اسے نظر نہیں آتا۔ وہ ننھا منّا سا آرزوؤں بھرا دل جو کھٹّی میٹھی چیزوں کے چٹخاروں اور کھلونوں سے بہل جاتا تھا۔ ممتا کی آغوش میں سکون بھرا احساس، سکھیوں کے ساتھ گُڑیوں سے کھیلنا یوں معلوم ہوتا جیسے اس کی ناتمام خواہشیں اور اُمنگیں اس کھیل کے ذریعے عملاً تکمیل پا رہی ہوں اور جھولا جھولنا تو یوں لگتا، جیسے آسمان میں اونچی اُڑان بھرتے آزاد پنچھی جیسی ہو۔ اماں، قرابت داروں، ہمسائیوں اور ہم جولیوں کی نازبرداریاں، اپنی اٹھکیلیاں، شوخیاں، سرمستیاں، اسے ہر پل ہر جا خود سے دور نہ ہونے دیتیں۔ چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی وہ انھیں خود سے جُدا نہیں کر پاتی۔ کیونکہ اُسے اس "یاد" کے سہارے ہی اپنی زندگی کا کٹھن "سفر" طے کرنا ہوتا ہے۔ اس "یاد" کا ثمر اُسے "عمر بھر کی اُداسی" کی صورت میں نصیب ہوتا ہے۔

اس مختصر سی نظم میں پروین شاکر نے سماج کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے اور خوابوں کو حقیقت کا روپ بخشا ہے۔ یہ نظم ہمارے معاشرہ کی بے حسّی اور بے رحمی کی ایک ایسی تصویر پیش کرتی ہے، جس میں قصوروار، خطاکار، بدکار، گنہگار اور بے آبرو صرف اُسی ایک عورت کو قرار دیا جاتا ہے، جو اپنی ننھی سوچ اور معصومانہ بھولپن کی وجہ سے سرکش موج سے ڈر کی پرواہ کیے بغیر سماج سے ٹکرا کر جذبات کی رو میں بہہ جاتی ہے اور ساحل کے نزدیک ریت کا ایک ناپائدار گھروندا بنانے کی غلطی کر بیٹھتی ہے۔

یوں تو پروین شاکر کی بیشتر غزلوں اور نظموں میں نسائی کیفیات کا بھرپور اظہار موجود ہے۔ تاہم محولا بالا نظم کے عنوان سے مطابقت رکھتی اُن کی ایک اور نظم **"ایک مشورہ"** میں بھی عورت کی بے بسی اور ناچاری کا ذکر کچھ اس طرح کیا گیا ہے:

"ایک مشورہ"

'دورانِ گفتگو بامعنی وقفے آنے لگ جائیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

تو باقی گفتگو
بے معنی ہو جاتی ہے
سنو، اے خوش سُخن میرے:
ہمیں اب خاموشی پر دھیان دینا چاہیے اپنی'۔(5)

یہ نظم پروین شاکر کے شعری مجموعے "خود کلامی" سے لی گئی ہے۔اس نظم میں انھوں نے بتایا ہے کہ زندگی میں ایک ایسا مقام بھی آتا ہے، جہاں الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ جہاں روانی سے باتیں کی جاتی تھیں، اب وہاں "با معنی وقفے" آنے لگ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں "باقی گفتگو" تو پھر کسی کام کی نہیں رہتی اور اُس گفتگو کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ وہ گفتگو "بے معنی" ہو کر رہ جاتی ہے۔ جب فاصلے بڑھ جائیں تو اُسی "خوش سُخن" کی لبوں کی جُنبش بھی گراں گزرتی ہے۔ ایسے حالات میں "خامشی پر دھیان" دینے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں رہتا۔

ایک طویل عرصہ ایک ساتھ گزارنے، عمر بھر ساتھ نبھانے کی قسمیں کھانے اور عہد و پیماں باندھنے والے اِک دوجے کے لیے اس طرح اجنبی بن جاتے ہیں جیسے وہ ایک دوسرے کو جانتے ہی نہ ہوں اور نہ ہی کبھی بھی اور کہیں بھی آپس میں ملے ہوں۔ مرد کے معاشرے میں مشرقی عورت کے پاؤں میں تو روایات کی بیڑیاں پڑی ہوتی ہیں۔ مگر مرد تو ہر طرح سے آزاد ہونے اور فیصلہ کرنے میں خود مختار ہونے کے باوجود ہمیشہ اپنی کمزوریوں اور ناکامیوں کا ذمہ دار عورت ہی کو قرار دیتا ہے۔

پروین شاکر کی اسی نام سے مطابقت رکھنے والی نظم **"مشورہ"** مجموعہ "انکار" بھی سماج کی نسائی آواز کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے:

"مشورہ"

ہماری محبت کی کلینیکل موت واقع ہو چکی ہے!
معذرتوں اور عذر خواہیوں کا مصنوعی تنفّس
اسے کب تک زندہ رکھے گا
بہتر یہی ہے
کہ ہم منافقت کا پلگ نکال دیں
اور ایک خوبصورت جذبے کو مرنے دیں!'۔(6)

اسی طرح پروین شاکر کی ایک اور نظم **"ایک افسرِ اعلیٰ کا مشورہ"** مجموعہ "انکار" میں بھی اسی قسم کی کیفیات پائی جاتی ہیں:

"ایک افسرِ اعلیٰ کا مشورہ"

میرے ایک افسرِ اعلیٰ نے
ایک دن مجھے اپنی بارگاہِ خاص میں طلب کیا
ایک دو فائلوں کا حال پوچھنے کے بعد
میری غیر سرکاری مصروفیات پر چیں بہ جبیں ہوئے
معاشرے میں شاعر کی اوقات پر روشنی ڈالی
خلاصۂ گفتگو یہ کہ
ملک میں شاعر کی حیثیت وہی ہے
جو جسم میں اپینڈکس کی
بے فائدہ ـــــ مگر کبھی کبھی سخت تکلیف کا باعث
سو اس کا ایک ہی حل ہے ـــــ سرجری!
چشمِ تصوّر سے 'میری شخصیت کے اپنڈکس سے نجات پا کر
کچھ شگفتہ ہوئے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

پھر گویا ہوئے
ایک آئیڈیل افسر وہ ہے
جس کا کوئی چہرہ نہیں ہوتا
پہلے اُس کے ہونٹ غائب ہوتے ہیں
پھر آنکھیں
اس کے بعد کان
آخر میں سر
ہونٹوں، آنکھوں، کانوں اور سر سے نجات پائے بغیر
کوئی افسر فیڈرل سیکریٹری نہیں بن سکتا!"
اپنی بات پر زور دینے کے لئے
انھوں نے ایک دو مشہور سر کٹے افسروں کا حوالہ دیا
لیکن میرے چہرے پر
شاید انھوں نے پڑھ لیا تھا
کہ یہ بے وقوف لوکل شاعر رہنے میں خوش ہے
سو بدمزہ ہو کر
انھوں نے مجھے واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمادی
اور میں بے وقوف
ایک نئی نظم کو سوچتی ہوئی اپنے دفتر لوٹ آئی
اپنی A.C.R میں
سُرخ روشنائی کے ممکنہ اندراج کے باوجود!'۔(7)

اس حوالے سے عزیز احمد اپنی کتاب "ترقی پسند تحریک" میں رقم طراز ہیں:

'ادب جو زندگی کا پابند ہے جو زندگی سے گریز کر ہی نہیں سکتا، انقلاب سے ہمیشہ متاثر ہوتا ہے۔ کبھی کبھی وہ انقلاب کا پیش رو بھی بن جاتا ہے۔ کیونکہ وہ صاحبِ دماغ کا آلہ ءِکار ہوتا ہے۔ ادبی روایتیں جن کی جگہ کوئی ادبی انقلابی تحریک خالی کرانا چاہتی ہے۔ روایتوں کی شکل میں کبھی ظہور میں نہیں آتیں۔ پہلے وہ بھی انقلابی اسالیب ہوتی ہیں۔ جن کو قبولیت عامہ اس قدر رواج دیتی ہے کہ وہ بالآخر ادبی روایت بن جاتی ہے'۔(8)

اَسّی اور نوّے کی دہائی میں سندھ خصوصاً کراچی کو مذہبی فرقہ ورانہ اور لسّانی فسادات کی بھینٹ چڑھایا گیا۔ پروین شاکر نے اس دورِ پُرفتن کی غیر جانب دارانہ منظر کشی کی ہے۔ اس حوالے سے اُن کی نظم **"سندھ کی ایک بیٹی کا اپنے رسولؐ سے ایک سوال"** سماج کی نسائی کیفیات کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے:

"سندھ کی ایک بیٹی کا اپنے رسولؐ سے ایک سوال"

'اے دین کے آخری پیغمبرؐ
تھا لطف خدا کا خاص تجھ پر
بھیجا تھا تجھے بنا کے حجت
ساری دنیا کے بے کسوں پر
ہوتی رہی تجھ پہ سنگ باری

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ہونٹوں سے رہیں دعائیں جاری
ہر سود کو کر دیا تھا باطل
ہر خون کر دیا تھا معاف
تلواریں نیام میں رکھا دیں
چادر میں اُٹھا کے سنگِ اَسوَد
خوددار مسافت کی تفسیر
عقبہ کی وہ بادِ قاربعیت
گھر چھوڑا کچھاس طرح سے تو نے
ہجرت کو مثال کر دیا تھا
انصار و مہاجرین کیا تھا
ایثار و وفا کی انتہا تھے
وسعت سے دلوں کو بھر دیا تھا
تو نے انھیں ایک کر دیا تھا
ہم بھی تو تیرے ہی اُمّتی ہیں
اُس لشکرِ اوّلیں کی صورت
تجھ سے ہی تو سلسلہ ہے اپنا
پھر کیا ہے ہم میں اور اُن میں
ہلکی سی مشابہت نہیں ہے
اب گھر ہے نہ کوئی دل کشادہ
لگتا ہے کہ ہر درخت اپنے
سائے کے خلاف ہو گیا ہے
بھائی بھائی کو کھا رہا ہے
خاکم بدہن' پہ تیرے ہوتے
کیا ہم پہ کسی بد عا ہے
بستی پہ ہماری جس میں اب بھی
خوشبو ترے نام کی بسی ہے
بارود میں کیوں نہا رہی ہے
شعلے اسے کیوں نگل رہے ہیں
جو شہر کہ اپنی شخصیت میں
شبنم تھا، گلاب تھا، صبا تھا
اب آگ ہے، خون ہے، دھواں ہے
یہ شہر ہے، سانحہ ہے، کیا ہے
کوفہ ہے کہ کربلا ہے، کیا ہے'۔(9)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

مسلمان مرد وعورت کے نزدیک حضورؐ سے بڑھ کر کائنات کی کوئی دوسری شخصیت ہو ہی نہیں سکتی۔ حضورؐ کی تعلیمات کے فیض ہی کا ثمر ہے کہ سندھ کی عظیم دھرتی کو "باب الاسلام" کا شرف حاصل ہوا۔ نیز سندھ اولیاء کرام کی سرزمین کی نسبت سے بھی انفرادیت کی حامل ہے۔ یہاں کے مقامی لوگ اپنی سادہ لوح طبعیت، ایثار و محبت، رواداری، مہمان نوازی، جفاکشی، بہادری، ہنر مندی، مہذب اور شائستہ مزاج کی بنا پر اقوامِ عالم میں مشہور ہیں۔ سندھ کو دنیا کی قدیم تہذیبوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس کی ایک مثال موہن جو دڑو بھی ہے۔ یہاں کی دستکاری اور نقاشی (کاشی گری) دنیا بھر میں مشہور ہے۔ سندھ کے "دولھادریا"، شاہ بہارو "ہوش محمد شیدی"، "ہیموکلیان" اور "شاہ عنایت شہید جیسے سورماؤں نے یہاں کی سرزمین اور لوگوں سے سچّی کا محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی جانوں تک کا نذرانہ پیش کر دیا۔ مومل رانا "عمر ماروی"، "سسّی پنھوں" اور "نوری جام تماچی" ایسی عشقیہ لوک داستانوں کے وہ لازوال کردار ہیں، جنھوں نے عزّت اور اپنے محبوب سندھ سے وفاداری کرتے ہوئے اپنی جان تک وار دی۔ ان لازوال داستانوں کو سرزمینِ سندھ کے باسی عظیم شاعر شاہ عبداللّطیف بھٹائیؒ نے سندھی شاعری کی صورت میں انتہائی مؤثر انداز میں پیش کیا ہے اور ان کی شاعری کے تراجم قومی اور عالمی سطح پر کئی زبانوں میں کیے جا چکے ہیں۔

ایسی منفرد تہذیب اور اعلیٰ اقدار کی حامل سرزمینِ سندھ میں دگرگوں حالات کا رونما ہونا کسی اندوہناک واقعہ اور المیہ سے کم نہیں۔ ہندو پاک کی آزادی سے قبل بھی یہاں اردو اور دوسری زبانیں بولنے والے رہتے چلے آئے ہیں۔ انھوں نے اردو زبان و ادب میں کمال درجہ کی خدمات بھی انجام دیں۔ مگر افسوس کہ آزادی اور ہجرت کے عمل کو قریباً نصف صدی گزر جانے کے بعد اچانک سے انصار و مہاجرین کے مابین نفرتوں کا ظہور ہوا۔ تاہم سیاسی بصیرت کے حامل غیرت مند سیاسی رہنماؤں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہ دشمن کی چال سے زیادہ کچھ نہیں۔ اس لیے انھوں نے جس طرح پاکستان کی آزادی کے حق میں ووٹ دیے، سیاسی ہلچل اور قربانی دینے میں ہراول دستے کا کردار ادا کیا، اسی طرح انھوں نے اپنی روایات کی پاسداری کو برقرار رکھتے ہوے دشمن کے مذموم عزائم کو خاک میں ملا کر رکھ دیا۔ کو اس خطّے میں انقلابی تبدیلیاں ناگزیر رہی ہیں۔ کیونکہ انسان کی ارتقائی زندگی میں انقلاب نہ ہو تو وہ یکسانیت اور جمود کا شکار ہو جاتا ہے۔ انقلاب ہی انسانی زندگی میں تغیّر کا پیش خیمہ اور مصلح کا کردار ادا کرتا ہے۔ اسی انقلاب کی وجہ سے انسان آغاز سے ہی نئی دنیا اور اعلیٰ اقدار کا متلاشی رہا ہے۔ زندگی اور ادب بالخصوص شاعری کو علاحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

پروین شاکر کی اسی نام سے مطابقت رکھنے والی نظم **"سندھو دریا کی محبت میں ایک نظم"** مجموعہ "انکار" بھی سماج کی نسائی آواز کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے:

"سندھو دریا کی محبت میں ایک نظم"

ہریالی دریا کے دونوں جانب ہوتی ہے
وہ پہاڑوں اور میدانوں میں بہتے ہوئے
پتھروں اور پھولوں سے یکساں سلوک کرتا ہے
مچھلیاں پکڑتے ہوئے
کبھی کسی مچھیرے سے اُس کا ڈومیسائل نہیں مانگتا
بلکہ شکریے کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ جاتا ہے
ہوا اور بادل کی طرح مہربان اور بے نیاز
مگر جب اُس کے کناروں پر رہنے والے
اُس کے پانیوں میں نفرتیں ملانے لگیں
اور بچوں اور پھولوں کو
والیوں اور مالیوں کا شجرہ دیکھ کر
پانی کا پرمٹ جاری کرنے لگیں
اور یہ سلسلہ بہت دیر تک چلتا رہے
تو تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے
کہ ایسے موقعوں پر
دریا اپنا جغرافیہ تبدیل کر لیتے ہیں
میرا خیال ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ہمارے لیے
فی الحال ایک موہن جوڈارو کافی ہے!"۔(10)

عورت دورِ پُر فتن یا معمول کے مطابق حالات ہوں، وہ اپنے آلام و مصائب سے نبرد آزما ہونے کے ساتھ گردو پیش سے بھول کر بھی اغماض نہیں کرتی۔ خاص طور پر خواتین شعراء میں پروین شاکر نے شہر آشوب مختلف نظمیں لکھیں ہیں۔

اس تناظر میں پروین شاکر کی نظم **"کراچی"** میں یہاں کی بے بسی اور بے رحم لوگوں کی ایسی زیادتی (جو حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات "صبر" کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ تاہم اب یہ بھول نہ کی جائے کہ ایک تھپڑ کھانے کے بعد کوئی دوسرا گال بھی سامنے کردے گا!" کراچی "کو پاکستان کا دل کہا جاتا ہے۔ "کراچی "سب سے زیادہ ٹیکس ادا کرنے والا، روزگار کے بے شمار مواقع فراہم کرنے والا، عالمی بندرگاہ اور دارالحکومتِ سندھ کا شہر ہے۔ پروین شاکر کی نظم **"کراچی"** کو ایک خوبصورت پیرایئے میں بیان کیا ہے:

"کراچی"

'کراچی
ایک ایسی بیسوا ہے
جس کے ساتھ
پہاڑوں 'میدانوں اور صحراؤں سے آنے والا
ہر سائز کے بٹوے کا آدمی
رات گزارتا ہے
اور صبح اُٹھتے ہی
اُس کے داہنے رُخسار پر
ایک تھپڑ رسید کرتا ہے
اور دوسرے گال کی توقع کرتے ہوئے
کام پر نکل جاتا ہے
اگلی رات کے نشے میں سرشار!(11)

اسی طرح پروین شاکر کی اسی نام سے مطابقت رکھنے والی نظم **"کراچی ـــــ 89ء کی آخری شام"** میں بھی سماج کی بے حسّی کو مؤثر اور نرالے انداز میں پیش کیا گیا ہے:

"کراچی ـــــ 89ء کی آخری شام"

عکسِ گل جلا ہوا تھا
خوابوں کا نگر جلا ہوا تھا
یا دستِ دعا نہ اُٹھ سکا تھا
یا اُس کا اثر جلا ہوا تھا
ہر ہر گھر تھا لُٹا ہوا کئی بار
اور بارِ دگر جلا ہوا تھا
یا نوچ لیے گئے تھے پتے
یا سارا شجر جلا ہوا تھا
آنکھوں کی جگہ پہ آبلے تھے
اور تارِ نظر جلا ہوا تھا
ملبہ تھا، تمام شہرِ خوبی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

اور ہو کے کھنڈر جلا ہوا تھا
تہہ خانہ جاں میں تجھ کو رکھتی
لیکن میرا گھر جلا ہوا تھا
کچھ دیر کا سوختہ نہ تھا شہر
یہ آٹھ پہر جلا ہوا تھا
پرواز کا اتنا ڈر قفس میں
ٹوٹا ہوا پَر جلا ہوا تھا
منزل تھی غبارِ راہ میں گُم اور خت سفر جلا ہوا تھا
جب ہو کے صبا کوچہء تغیّر سے آئی
آواز عجب حلقہء زنجیر سے آئی
خوشبو کا دریچہ بھی کھلا رنگ کے ہمراہ
اِک یاد بھی لپٹی ہوئی تصویر سر سے آئی
گُل لے گئے عطّار' ثمر کھا گئے طائر
سورج کی کرن باغ میں تاخیر سے آئی
پہلے بھی کشش دنیا میں تھی لیکن
اس بار تیرے حُسن کی تاثیر آئی
سادہ تھا بہت خواب ترا چشمِ تمنّا
مشکل میں نظر کثرتِ تعبیر سے آئی
یوں سارے چراغ اور گلاب اپنی جگہ میں
رستے میں چمک سایہء رہگیر سے آئی
شہر جمال کے خس و خشاک ہو گئے
اب آئے ہو جب آگ سے ہم خاک ہو گئے
ہم سے فروغِ خاک نہ زیبائی آب کی
کائی کی طرح تہمتِ پوشاک ہو گئے
پیراہن صبا تو کسی طور سِل گیا دامانِ صد بہار مگر چاک ہو گئے
اے ابرِ خاص! ہم پہ برسنے کا اب خیال
جل کر ترے فراق میں جب راکھ ہو گئے
قائم تھے اپنے عہد پہ دیدہ ہائے غم
کیا یاد آ گیا ہے کہ نمناک ہو گئے
اِب تک جنوں ہی اپنا اثاثہ رہا مگر
تجھ سے ملے تو صاحبِ ادراک ہو گئے
خوشبو تو بن نہ پائے سو کچھ ہم سے بے ہُنر
اے موجہء صبا ترے پیچاک ہو گئے'۔(12)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

پروین شاکر نے بھی ایک عورت کی نظر سے سماج کی بھرپور انداز سے نہ صرف منظر کشی کی ہے نیز اُن حالات کا احساس بھی بیدار کیا۔ کسی نے کیا خوب کہا "اپنوں کا دکھ اپنا ہی نہ سمجھ سکے تو دوسرا کیا خاک سمجھ پائے گا"۔ پروین شاکر نے اپنی نظم "سندھ کی ایک بیٹی کا اپنے رسولؐ سے ایک سوال" میں سندھ کی "بستی" سے اپنی اُنسیت اور لگاؤ کا جس اپنائیت سے والہانہ اظہار کیا ہے وہ "مارئی" کی اپنے وطن اور لوگوں سے محبت کی یاد دلاتی ہے۔ جبکہ حضورؐ کی تعلیمات کی بدولت باب الاسلام ہونے کے اعزاز اور شرف کی "خوشبو" نہ صرف محسوس کی بلکہ یہ احساس بھی اُجاگر کیا کہ وہ "خوشبو" اب بھی سرزمین سندھ کا خاصہ ہے۔ اسی تعلیم کی بنا پر بنا رنگ و نسل اور کسی تفریق کے یہاں بھائی چارے کی فضا برسوں سے قائم رہتی چلی آئی۔ مگر پھر دو عالمی طاقتوں کی رسہ کشی میں وطنِ عزیز کے جس خطے کو سب سے زیادہ قربانی سرزمینِ سندھ ہی کے حصّے میں آئی۔ کلاشنکوف کلچر اور ہیروئین کا کینسر سب سے زیادہ یہیں پھیلا۔ اس بات میں اب کوئی شک شبہ باقی نہ رہا کہ ہمارے ساتھ آزادی کا پروانہ حاصل کرنے والے پڑوسی ملک کو بھی ہماری بقا اور آزادی پہلے دن سے ہی ایک آنکھ نہ بھائی تھی۔ اُس نے بھی انتہا پسندی، دہشتگردی اور وطنِ عزیز کی جڑیں کمزور کرنے میں کسی قسم کی کوئی کسر نہ چھوڑی۔

ان حالات کے پیشِ نظر سرزمینِ سندھ "بارود" کے دھویں میں اَٹ کر رہ گئی۔ آگ کے آلاؤ اور "شعلوں" نے ارضِ وطن کو "نگلنا" شروع کر دیا۔ کراچی جیسا شہر ان "بارود" کے دھوؤں، آگ کے آلاؤ اور "شعلوں" سے سب سے زیادہ متاثر ہوا۔ پروین شاکر نے اس شہر کے باسیوں کا درد محسوس کرتے ہوئے، اُسے ایک "شخصیت" قرار دیا ہے۔ "شخصیت" کے لیے "PERSONALITY" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ "PERSONALITY" کی اصطلاح کی تشریح میں اسے "ICE BERG" سے مشابہ قرار دیا گیا ہے یعنی برف کا ایسا ٹکڑا جو سطحِ آب کے اوپر نظر آ رہا ہو۔ اس سے مراد ظاہری خدوخال یا جو باہر نظر آئے۔ کراچی اور وہاں بسنے والے کبھی "شبنم" کے قطروں سے بھی بڑھ کر ملائمت اور شائستگی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ وہ بھی کبھی "گلاب" سے زیادہ معطر خوشبوئیں بکھیرا کرتے تھے اور کبھی "صبا" کے خنک جھونکوں کی طرح آزاد فضا میں اُن کے آنچل لہرایا کرتے تھے۔ اب ان کی جگہ وہاں نفرتوں کی "آگ"، "خونِ ناحق کی ہولی کھیلی جا رہی ہے اور مایوسی کے بادل "دھواں" بن کر گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ پروین شاکر ایسے سانحہ پر متحیر و ششدر رہے اور یہ سوال کرتی نظر آتیں ہیں کہ یہ سانحہ نہیں تو کیا ہے؟ یہ بات عقل سے ماورا لگتی ہے کہ ایک ہی شہر کے باسی صرف لسانی یا فرقہ کی بنیاد پر ایک دوسرے کو غیر سمجھنے لگیں۔ تاریخ کی ورق گردانی کریں تو اپنے ہی لوگ کوفہ جیسے کیوں لگتے ہیں؟ کیا وہ کربلا کی قربانی بُھلا بیٹھے؟ پروین شاکر کی نظم **"سندھ کی ایک بیٹی کا اپنے رسولؐ سے ایک سوال"** ایک رومانوی احساس کی حامل ہے۔

اس حوالے سے ڈاکٹر محمد حسن اپنی کتاب "اُردُو ادب میں رومانوی تحریک" میں رقم طراز ہیں:

'رومانیت یقیناً ایک انقلابی تحریک کی حیثیت سے شروع ہوئی، رومانیت محض فرار نہیں تھی بلکہ بدلتے ہوئے حالات میں کائنات کی ایک نئی تلاش تھی'۔(13)

پروین شاکر کا اُسلوبِ سُخن ایک منفرد انداز کا حامل ہے۔ پروین شاکر کا تعلق ایک ایسے سماج سے تھا جہاں عورت کو اپنے جذبات کے اظہار کا صحیح طرح سے موقع میسّر نہیں مل پا رہا تھا۔ انھوں نے اپنی شاعری کے ذریعے عورتوں کے احساسات و جذبات کی بھرپور ترجمانی کی۔ انھوں نے اپنی شاعری میں لفظ "لڑکی یا عورت" کو مخصوص پیرائے میں استعمال کیا ہے۔ وہ اس بات سے نہیں ڈرتیں کہ معاشرہ اس کا جواب کیا دے گا؟ انھوں نے انتہائی جرأت مندی سے خواتین کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ پروین شاکر کی شاعری منفرد تھی کیونکہ انھوں نے خواتین اور اس کی زندگی کو دوسری چیزوں سے جوڑنے کے لیے استعاروں اور علامتوں کا ذکر بہتر انداز سے پیش کیا ہے۔ ان کی شاعری کے موضوعات زیادہ تر رومانیت پر مبنی تھے۔

پروین شاکر کی نظم **"A WOMAN'S PRIDE"** نسائی کیفیات کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے:

"A WOMAN'S PRIDE"

اس کی ہتھیلی پر میرے آنسو
کتنے اچھے لگتے ہیں
جیسے صبح سویرے
کنول کی پنکھڑیاں
شبنم سے جگ مگ کرتی ہوں
موتی جیسی شبنم——
پھول کی آنکھوں میں جا کر ہیرے کی کنی بن جاتی ہے
قطرہ قطرہ دل کٹتا ہے
خوشبو دھیرے دھیرے تن میں پھیلتی ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

شبنم پھول کے رنگ میں آخر رنگ جاتی ہے
ننھے ننھے چراغوں کی لَو بڑھتی ہے تو
اُس کا چہرہ پہلے سے بڑھ کر روشن لگتا ہے
اُس کی آنکھوں میں میرے آنسو
کتنے اچھے لگتے ہیں!"۔(14)

پروین شاکر نے زندگی کے مختلف شعبوں سے وابستہ خواتین کے مسائل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔اس حوالے سے ان کی نظم **"ایک سوشل ورکر خاتون کا مسئلہ "** میں نسائی کیفیت کو مؤثر انداز میں پیش کیا ہے:

"ایک سوشل ورکر خاتون کا مسئلہ "

میں نے اپنے لان میں احتیاط سے پانی دیتے ہوئے
کنٹونمنٹ بورڈ کو کافی بُرا بھلا کہا
بھلا یہ بھی کوئی کارد گی ہے
جس میں پھولوں کو پانی میسّر نہ آسکے
میرے سارے امپورٹڈ پودے مرجھا جاتے ہیں؛
میں نے دل ہی دل میں
ایک چلتے ہوئے 'اخبار کے مدیر کے نام
ایک مراسلہ بھی ڈرافٹ کر دیا
ابھی میں طنز کی دھار 'غصّے کی سان پر رکھ رہی تھی
کہ مجھے باہر ایک بچّہ نظر آیا
جس کے دونوں کاندھوں پر
ایک ڈنڈا رکھا تھا
اور ڈنڈے سے دو کنستر بندھے ہوئے تھے
ننھے پھول نے انداز جھانکا
اور حسرت بھری نظروں سے پائپ کی طرف دیکھا
میرا دل کٹ گیا
میں نے اس سے کہا
بیٹے
اگر میں ان کنستروں میں پانی بھر دوں
تو ان کا وزن تمھارے وزن سے بڑھ جائے گا
تم ایک قدم نہیں چل سکو گے
اور گھر نہیں جا سکو گے
اور اچھے بچّے زیادہ دیر تک گھر سے باہر نہیں رہتے
بچّے کی آنکھیں اچانک پچاس سال کی ہو گئیں
اُن میں ایک جھُریوں بھرا زہر خند اُبھرا

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

پھر وہ خاموشی سے باہر چلا گیا!
میں نے اپنے ڈرافٹ کی عبارت میں
ایک سطر کا اور اضافہ کر دیا!"۔(15)

آج بھی ہمارا معاشرہ اسی قسم کی عجیب وحشت و بربریت کا مظاہرہ ببانگِ دہل کر رہا ہے۔ جس میں ننھی مُنّی کلیوں کو جنسی ہَوَس کا نشانہ بنانا اور پھر اپنے گناہ کی پردہ پوشی کی خاطر انھیں سفّاکانہ اور بہیمانہ طریقوں سے قتل کرتے ہوئے روند ڈالنا معمول بنتا جا رہا ہے۔ جبکہ علمائے سُو، نام نہاد میڈیا، بے رحم عدلیہ اور سیاسی رہنماؤں کی ہُلڑبازی صرف چند دن کی نمود و نمائش سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ اس اجتماعی بے حسّی (APATHY) کو اگر کسی طرح کا بھی نام دیا جائے تو بھی وہ اس مکروہ عمل کا احاطہ نہیں کر سکتا۔

حوالاجات

1۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد (طبع ہفتم) 2008ء ص 41
2۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر ، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد (طبع ہفتم) 2008ء ص 29
3۔ وقار احمد رضوی، ڈاکٹر، جدید اُردو غزل، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد (طبع دوم) 2008ء ص 890
4۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (خوشبو) نظم "مشورہ" مراد پبلیکیشنز، اسلام آباد 1994ء ص 141
5۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (خود کلامی) نظم "ایک مشورہ" مراد پبلیکیشنز، اسلام آباد 1994ء ص 122
6۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (انکار) نظم "ایک افسرِ اعلیٰ کا مشورہ" مراد پبلیکیشنز، اسلام آباد 1994ء ص 173
7۔ عزیز احمد، ترقی پسند تحریک، کاروانِ ادب ملتان، 1993ء ص 31
8۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (انکار) نظم "سندھ کی ایک بیٹی کا اپنے رسولؐ سے ایک سوال" مراد پبلیکیشنز، اسلام آباد 1994ء ص 140
9۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (انکار) نظم "کراچی" مراد پبلیکیشنز اسلام آباد 1994ء ص 177
10۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (انکار) نظم "کراچی ـــــ 89ء کی آخری شام" مراد پبلیکیشنز، اسلام آباد 1994ء ص 145
11۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (انکار) نظم "ایک سوشل ورکر خاتون کا مسئلہ" مراد پبلیکیشنز، اسلام آباد 1994ء ص 175
12۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (صدبرگ) نظم "A WOMAN'S PRIDE" مراد پبلیکیشنز، اسلام آباد 1994ء ص 234
13۔ محمد حسن، ڈاکٹر، اُردو ادب میں رومانوی تحریک، کاروانِ ادب ملتان، 1993ء ص 15
14۔۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (خوشبو) نظم "ایک سوشل ورکر خاتون کا مسئلہ" مراد پبلیکیشنز اسلام آباد 1994ء ص 175
15۔۔ پروین شاکر، ماہِ تمام (صدبرگ) نظم "A WOMAN'S PRIDE" مراد پبلیکیشنز اسلام آباد 1994ء ص 234